ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد محسن ❁
ڈاکٹر نبیل احمد نبیل ❁❁

منتخب اردو نظم گو شعرا کی نظموں میں موضوعاتی و ہیئتی تنوّع

Variety of subjects and Verification in selected Urdu poets.

By *Muhammad Mohsin, PhD Scholar, Dept. of Urdu, University of Education, Division of Arts & Social Sciences, Lahore.*
Dr. Nabeel Ahmed Nabeel, Asst. Prof., Dept. of Urdu, University of Education, Division of Arts & Social Sciences, Lahore.

ABSTRACT

Modern poem writers of Urdu have contributed immensely towards embellishing Urdu with newer subjects and have added vigor to language's expression through various experiments in its form. As Gopi Chand Narang so aptly remarked “Uniformity of thought and presentation is poison for creativity”. True to form, stalwarts like Faiz, Rashid, Majeed Amjad, Meeraji, Zia Jalandhari and Jaffar Tahir have been different in their choice of topics and content as well as varied and at the same time brave in using new expressions to convey their august thoughts.

One influence that seems to have permeated a great many of these poets is the influence of western culture and literary tradition. English poetry of whom all of them had a fair share of exposure, propelled these artists to seek newer climes, singular techniques and original experiences in their poetry. Blake, Shelley, Keats and French poets all contributed towards a new era hued by these poets in Urdu poem.

❁ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لاہور
❁❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لاہور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

While Faiz gave expression to despicable status of ordinary souls in his poetry, N. M. Rashid and Meeraji used Persian and Hindi diction respectively to give vent to their poetic sensibilities. Majeed Amjad uses different types of forms to bring home to the reader his unique experience of time and space and a certain metaphysical understanding of the world around him. Zia and Jaffar Tahir both use historical traditions and their deep understanding of history to make their readers make sense of their contemporary times.

All in all, these poets were creative enough and bold enough not to shy from using different types of forms, techniques and methods to relate Urdu poetry to new and challenging times.

Keywords: Modern poem writers, Variety of subjects, various experiments, Uniformity of thought, choice of topics, new expressions, the influence of western culture and literary tradition, singular techniques, poetry, N.M.Rashid , Faiz Ahmed Faiz, Mira Ji, Majeed Amjad, Zia Jalandhari, Jaffar Tahir, certain metaphysical understanding, historical traditions, contemporary times.

جدید اُردو نظم جن جن موضوعاتی، صنفی اور ہیئتی تجربوں سے گزری ہے یہ پہلو تحقیق و تجزیے کا متقاضی ہے۔ جدید اردو نظم گو شعرا کی مخصوص افتادِ طبع، مختلف رجحانات اور میلانات نے موضوعاتی و ہیئتی تجربوں اور تبدیلیوں کو رواج دیا۔ اس طرح جدید اردو نظم متعدد موضوعات اور ہیئتوں سے آشنا ہوئی۔ ہر نظم اپنے موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے جداگانہ رنگ و آہنگ اور طرز و تاثیر رکھتی ہے۔ جدت پسند نظم نگاروں نے موضوعاتی اور ہیئتی تجربوں کا سلسلہ ایک تحریک کی صورت میں شروع کیا۔ نئی شعری ہیئتوں اور اصناف سے نئے نئے موضوعات سے رغبت پیدا ہوئی۔ مختلف نظم نگاروں نے اپنے تخلیقی تجربات، صناعی اور اختراعی عمل سے نئے موضوعات سمونے کے لیے نئی ہیئتوں کی تشکیل کی یا مروّجہ ہیئتوں کی تجدید کی ہے۔ جدید اردو نظم گو شعرا نے نظم میں موضوعاتی اور ہیئتی تنوّع پیدا کر کے محض روایت سے انحراف نہیں برتا بل کہ اعلا طرزِ ادا تخلیق کی ہے۔ یہ موضوعاتی و ہیئتی تجربے نظم کی تشکیل میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس سے اردو نظم کے موضوعات اور ہیئتوں میں اضافہ ہوا ہے اور نظم کا فکر و فن ارتقاع پذیر ہوا ہے۔ یوں شعرا نے نظم کو نئے موضوعات، نئے الفاظ، نئی تخلیقی بصیرت اور نئی زبان سے ہم آہنگ اور ہم کنار کر کے نظم کے کینوس اور سٹرکچر میں پھیلاؤ اور تنوع پیدا کیا ہے۔ نظم میں مختلف اور متنوّع مسائل کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اظہار سے ہیئت کی نئی صورتیں اور شکلیں وجود پذیر ہوئیں اور نئے شعری اسالیب کی روایت اور راہ ہموار ہوئی ہے۔ادب میں موضوعاتی و ہیئتی تنوّع کے ضمن میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں:

> ادب فکری تنوّع اور انحراف واجتہاد سے فروغ پاتا ہے، یکسانیت اس کے لیے زہر ہے جو لوگ ایک ہی نظریے، ایک ہی رجحان یا ایک لیک پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ ادب میں جبر اور ادعائیت کو راہ دیتے ہیں۔ سچا ادب چوں کہ آزاد ہوتا ہے، وہ لکھنے والے کی ذہنی آزادی اور اس کے ضمیر کی آواز ہوتا ہے۔ یہ آواز ادّعائیت کو برداشت نہیں کرتی اور تبدیلی کی فضا پیدا کرتی ہے۔(۱)

جدید اردو نظم گو شعرا نے اپنے تخلیقی جوہر کے بل بوتے پر نئے موضوعات کی رونمائی کے لیے فنی کمال حاصل کرنے کی آرزو کی ہے اور پھر یہ کہ ہر طرح کے جکڑ بند سے دامن بچانے کی سعی کی ہے۔ مروّجہ موضوعات اور ہیئتوں کے انحراف ہی سے فکری واسلوبیاتی سطح پر نیا شاعرانہ ٹیلنٹ (Talent) سامنے آیا ہے اور نظم میں نئے فکری ولسانی محاورے تشکیل پذیر ہوئے ہیں۔ جدید نظم گو شعرا نے ترقی پسند تخلیق کاروں سے بھی انحراف کی راہ نکالی ہے اور مخصوص نوعیت کے حامل دائرے کو توڑا ہے۔ نظم کو معاصر صورتِ حال سے علاحدہ کرنے کے لیے جدید نظم گو شعرا نے اپنے اسلوب کی تشکیل کے لیے نیا فنی سلیقہ، ہُنر مندی، نیا قرینہ اور نیا فکری مزاج پیدا کیا ہے۔ انھوں نے نئے موضوعات کے فروغ کے لیے نظم کے تمام تکنیکی اور ہیئتی امکانات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ شعرا نے اپنے ابلتے ہوئے جذبات واحساسات کے اظہار کے لیے مناسب ہیئتیں تشکیل دیتے ہوئے ان کے امکانات کو پوری طرح کھنگالا ہے۔ چند جدید اردو نظم گو شعرا کی بدولت اردو نظم میں کشادگی آئی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد یٰسین آفاقی لکھتے ہیں:

> جدید اردو نظم میں جدّت پسندوں نے ہیئتی تجربوں کا سلسلہ شروع کیا جو تجرباتی رنگ وآہنگ کے ساتھ ساتھ حقیقی تجربے کی نازک صورتِ حال کا عکاس بھی تھا۔ انھوں نے اپنے نئے اسلوب کے مطابق اردو نظم کی نئی ہیئتوں کو رواج دیا۔ ان ہیئتی تجربوں نے اردو نظم کو جو شکل وصورت عطا کی، اس کی موجودگی میں نئی شعری ہیئتوں اور اصناف کی تلاش کا عمل آج تک جاری ہے۔ جدید اردو نظم میں ہیئتی تجربوں کے دوران مختلف ہیئتوں اور اصناف میں موضوعات کا تنوّع وجود پذیر ہوتا رہا ہے۔ نئی شعری ہیئتیں اپنے عہد کی نئی معنویت کو اپنے اندر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سمو لیتی ہیں اور ان میں اپنے اپنے عہد کی خوشبو سمٹ آتی ہے۔ اس لیے کامیاب ہیئتی تجربے اپنے عہد کی زندگی کا علامتی اظہار بن جاتے ہیں۔ مغربی علوم وفنون اور ہماری مقامی زبان کے زیرِ اثر اردو نظم کے موضوع اور ہیئت میں اضافہ ہوا ہے۔(۲)

جدید اردو نظم نگاروں کو عہد بہ عہد نفسیاتی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی وثقافتی عوامل کارفرما رہے ہیں اور پھر یہ کہ ہر دور کا اپنا طرزِ احساس ہوتا ہے جس کو تخلیق کار اپنی تخلیقات میں پیش کرتا ہے، ہر دور کے تخلیق کار اپنی سماجی صورتِ احوال اور معاصر زندگی کے بیانیے کے لیے نئے سانچے بھی تخلیق کرتے ہیں اور علاماتی سطح پر اپنے مافی الضمیر کی پرتوں کو بھی کھولتے ہیں مگر فن کی جمالیات کو بھی متقدم رکھتے ہیں اور اس طرح نئے موضوعات اور نئی ہیئتوں سے نئے شعری متون خَلق ہوتے ہیں۔ نظم کے اس موضوعاتی وہیئتی تنوع کا جائزہ لینے کے لیے چند اہم نظم نگاروں کی نظموں میں سب سے پہلے ن م راشد کی نظموں پر نظر ڈالتے ہیں۔ ن م راشد اور میراجی ذات اور کائنات کے بارے میں ایک جیسی دروں بینی رکھنے کے باوجود ایک جیسا اسلوب اختیار نہیں کرتے۔ ن م راشد نے فارسی الفاظ وتراکیب کے تخلیقی استعمال سے اُردو نظم کو ایک نئی جہت سے آشنا کیا ہے، جب کہ میراجی کے ہاں ہندی، سنسکرت، اردو اور فارسی کا امتزاج ایک نئے رنگ وآہنگ کی غمازی کرتا کیا ہے۔ ن م راشد کے یہاں بھی جنسی موضوعات پر نظمیں موجود ہیں، لیکن جنسی موضوعات کی حامل نظموں میں ''حزن انساں''، ''اتفاقات''، ''ایک رات''، ''مکافات'' اور ''انتقام'' زیادہ اہم ہیں۔ میراجی کی طرح راشد کی نظموں میں بھی جنسی وصال کی اہمیت اجاگر کر کے محبوبہ کو وصل کی جانب راغب کیا گیا ہے۔ میراجی کی نظموں میں جنسی عمل کی خواہش کی موجودگی کا احساس تو ہوتا ہے، لیکن جب وہ جنسی عمل کو اپنی تخلیقات میں پیش کرتے ہیں تو اُن کے ہاں کئی ایک لحاظ سے جنسی فعل کی تشنگی کا احساس بھی موجود ہے، جس کے تخلیقی اظہار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میراجی کی تخلیقی طلسم کاری کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ جنسی عمل کی ناآسودگی اور کریہہ مناظر کو فنی بالیدگی اور ترفع کی سطح پر لے جا کر کئی ایک حوالوں سے آرٹ بنا دیتے ہیں جب کہ ن م راشد کے تخلیقی تجربات میراجی سے بڑی حد تک مختلف محسوس ہوتے ہیں۔ اُن کی جنسی موضوعات کی حامل نظموں کی صورتِ احوال بالکل اور طرح کی ہے۔ اس ضمن میں راشد کی نظم ''مکافات'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

دبائے رکھا ہے سینے میں اپنی آہوں کو
وہیں دیا ہے شب وروز پیچ وتاب اُنھیں
زبانِ شوق بنایا نہیں نگاہوں کو

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کِیا نہیں کبھی وحشت میں بے نقاب اُنھیں
خیال ہی میں کِیا پرورش گناہوں کو
کبھی کیا نہ جوانی سے بہرہ یاب انھیں
یہ مل رہی ہے مرے ضبط کی سزا مجھ کو
کہ ایک زہر سے لبریز ہے شباب مرا
لو آ گئی ہیں وہ بن کر مہیب تصویریں
وہ آرزوئیں کہ جن کا کِیا تھا خوں میں نے
اے کاش چھپ کے کہیں اک گناہ کر لیتا
حلاوتوں سے جوانی کو اپنی بھر لیتا (مکافات، ماورا، کلیات راشد، ص ۴۲)

راشد نے بھی میراجی کی طرح محبوبہ کو سماجی جبر سے چھٹکارا پا کر وصل سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب دی ہے۔ انھیں اس بات کا یقین ہے کہ وصال کی لذت آشنائی جسم وروح میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ راشد کے مطابق مرد اور عورت کے جنسی وصال کے بغیر معتدل زندگی کا تصور محال ہے۔ انھوں نے جابجا اپنی نظموں میں جنسی آسودگی کے حصول کا ذکر کیا ہے۔ جنس سے متعلق راشد اور میراجی کا تصور فرائڈ سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے۔ اس لیے راشد نے جنسی اظہار جس بے باکی سے کیا ہے، اس کا مقصد روایتی تہذیب ومعاشرت اور فکر سے بغاوت اور نئی اخلاقیات کی تعمیر کرنا ہے۔ راشد کے یہاں جنسی موضوعات کی حامل نظمیں میراجی کے مقابلے میں کم ہیں اور یہ ان کے اولین شعری مجموعے ''ماورا'' میں شامل ہیں۔ راشد کی ''میں'' اور ''تو'' اس نوع کی اہم نظمیں ہیں۔ راشد کی شاعری میں فرد کی آزادانہ تعمیر، اداسی، محرومی اور تاریکی کا غلبہ زیادہ ہے مگر فرد کی یہ ذہنی الجھن ان کی ابتدائی نظموں میں دکھائی دیتی ہے۔ راشد اپنی شاعری میں داخلی دنیا کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے یہاں فرار اور انحراف کی انتہا پائی جاتی ہے۔ وہ ایسی زندگی کا خواب دیکھتے ہیں، جہاں زندگی میں جنس کے سوا کوئی قدر برابر نہ ہو، وہ زندگی کی کشمکش سے گریزاں اور مفرور دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایسی جگہ تلاش کرتے ہیں، جہاں خیروشر کے تصورات نہ ہوں۔

راشد کی نظموں میں فطرت کے مظاہر، تاریخی ونوآبادیاتی شعور، ثقافتی صورتِ حال، سیاسی وسماجی اور اقتصادی عناصر بھی نظر آتے ہیں۔ انگریزی رومانی شعرا کا اثر ان کی ابتدائی نظموں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی نظموں ''بادل''، ''خواب آوارہ''، ''خواب کی بستی''، ''رخصت'' اور ''ایک رات'' پر بلیک اور بائرن کے اثرات اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

فکری جھلک نظر آتی ہے۔راشد کی نظموں میں مظاہر فطرت کا بیان ہے۔ مثال کے لیے راشد کا ایک سانیٹ ''ستارے'' ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

> نکل کر جوئے نغمہ خلد زارِ ماہ و انجم سے/فضا کی وسعتوں میں ہے رواں آہستہ آہستہ/ یہ سوئے نوحہ آبادِ جہاں آہستہ آہستہ/ نکل کر آ رہی ہے اک گلستانِ ترنم سے!/ ستارے اپنے میٹھے مدبھرے ہلکے تبسم سے/ کیے جاتے ہیں فطرت کو جواں آہستہ آہستہ/ سناتے ہیں اسے اک داستاں آہستہ آہستہ۔ (ستارے، ماورا،کلیات راشد،ص ۳۳)

راشد نے ''ایران میں اجنبی'' میں ایشیائی عوام کی بات کی ہے جو مغربی طاقتوں کے زیرِ تسلط ہیں، لیکن انھوں نے روایتی محرومیوں کو بیان کرنے کے بجائے انسانیت کی ستم رسیدہ روح کی صدا بلند کی ہے۔ان کی نظم ''من وسلویٰ'' ایشیا کا نوحہ ہے۔ ولیم بلیک نے *Jerusalem* میں انگلینڈ کا نوحہ لکھا ہے اور انگلینڈ کے لیے Albion کی علامت استعمال کی ہے۔ راشد نے ایشیائی عوام کے لیے ''من وسلویٰ'' کی علامت اختیار کی ہے۔''نمرود کی خدائی'' بھی اسی موضوع کی نظم ہے۔ راشد کی رومانوی مزاج کی نظموں میں ''انسان''، ''شاعر کا ماضی'' اور ''زندگی، جوانی، عشق، حُسن'' شامل ہیں۔ یہ نظمیں انگریزی رومانی شعرا کے زیرِ اثر ہیں۔راشد نے ایلیٹ کے اثرات کو اپنی تہذیبی اساطیری روایت سے نمایاں کیا ہے۔ان کی نظم ''سبا ویراں'' اور ایلیٹ کی *Waste Land* کا فکری پس منظر ایک جیسا ہے۔راشد نے اپنی کچھ نظموں میں دینی روایات بھی بیان کی ہیں۔اس حوالے سے ''اسرافیل کی موت'' زیادہ اہم ہے، لیکن مذکورہ نظم کا معنوی پھیلاؤ مختلف اور منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ان کی نظموں میں عہد جوانی کے مسائل وتجربات ہی نہیں بل کہ زندگی کے گہرے مشاہدے اور ماضی کے تاریخی وتہذیبی نقوش بھی ہیں۔نظم ''دریچے کے قریب'' مشرقی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔ ان کی نظموں میں افراتفری، سماجی بدحالی، قومی وملی زوال، انسانی عظمت اور تہذیبی اقدار کا ذکر ملتا ہے۔راشد مشرقی تہذیب کی پاسداری کرتے ہیں، ان کی نظموں میں جہاں گاؤں کی زندگی کا رنگ ملتا ہے، وہیں شہری زندگی کے نقوش بھی ملتے ہیں۔ اِس ضمن میں ''مجھے وداع نہ کر'' اس کی عمدہ مثال ہے۔ان کی نظموں میں معاشی اور معاشرتی مسائل کی عکاسی کی گئی ہے۔ سماجی ناہمواری پر وہ اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اُنھوں نے مذکورہ افسردگی و پژمردگی کی کیفیت اور احساس کو اپنی نظم ''وادیِ پنہاں'' میں بیان کیا ہے۔

ن م راشد نے متعدد کرداروں کو فن کار کی علامت کے ذریعے بھی پیش کی ہے۔ انھوں نے تہذیبی و تاریخی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اہمیت کے حامل کرداروں کو علامتی انداز میں اپنے تخلیقی مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے، اِس ضمن میں اُن کی نظمیں ''حسن کوزہ گر''، ''ابولہب کی شادی''، ''سباویراں'' اور ''اندھا کباڑی'' خاص طور سے توجہ طلب ہیں۔ راشد کی شاعری میں جنسیات، فرنگی سامراج سے دشمنی اور اساطیری حوالے جیسے موضوعات بھی ملتے ہیں۔ ان کے یہاں سیاسی بغاوت بھی ہے، وہ غلامانہ زندگی کو ناپسند کرتے تھے، انھوں نے ایشیا پر مغربی غلبے کی مذمت کی ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے جذبۂ بیداری پیدا کیا ہے اور قارئین کے شعور کی فکری بالیدگی عطا کی ہے۔ راشد سیاسی اور معاشی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انھیں ماضی کی کچھ قدروں سے چھٹکارہ پانے کی خواہش تھی، وہ آزادی اور خوش حالی کے خواب دیکھتے تھے۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو افلاس کی چکّی میں پستے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ انسانی محنت اور عزم و حوصلے کے قائل تھے۔ اُنھوں نے اپنی شاعری میں اقتصادیاتی اصطلاحات کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔ ن۔م۔ راشد نے اردو نظم میں مروّجہ موضوع اور ہیئت دونوں اعتبار سے انحراف کیا ہے۔ انھوں نے اپنے خیالات وتصورات اور فکر و فلسفہ کے اظہار کے لیے نیا اسلوب وضع کیا ہے۔ راشد کے پہلے مجموعے ''ماورا'' کی بیش تر نظمیں موضوع اور ہیئت کے لحاظ سے متنوع ہیں۔ انھوں نے ہیئتی تجربوں کا آغاز ''ماورا'' سے کیا ہے۔ اس مجموعے کی نظمیں ہیئتی حوالے سے مختلف ہیں۔ اس میں سات سانیٹ ہیں۔ ان میں کچھ نظمیں ترکیب بند، کچھ ترجیع بند اور کچھ نظموں کی ہیئتیں دیگر تخلیقی تجربات پر مشتمل ہیں۔ اس مجموعے میں راشد کا میلانِ طبع آزاد نظم کی جانب دکھائی دیتا ہے۔ ''ماورا'' میں ہیئت اور تکنیک کے جو تجربات ہوئے ہیں، اس ضمن میں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

> راشد نے اردو اور فارسی کی شعری روایت سے اکتساب کرنے کے باوجود ان سے انحراف کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ شروع شروع میں وہ اپنا تخلیقی اظہار، پابند نظم کی مختلف ہیئتوں میں کرتے رہے جن میں مسمط کی بعض ہیئتیں اردو فارسی میں مروّج دیگر پابند ہیئتیں اور مغرب سے درآمد شدہ اسٹینزا (Stanza) اور سانیٹ (Sonnet) کی ہیئتیں شامل ہیں۔ ان ہیئتوں کے استعمال میں انھوں نے جزوی تصرفات سے بھی کام لیا ہے اور کہیں کہیں بعض ہیئتوں کے اختلاط سے امتزاجی ہیئتیں بھی وضع کی ہیں۔ (۳)

''ماورا'' کی غیر مدون پابند نظموں میں ہیئتی تنوع محسوس ہوتا ہے کہ راشد شروع ہی سے اپنے اظہار کے لیے موزوں ہیئت کی تلاش میں تھے جو بالآخر انھوں نے آزاد نظم (Free Verse) کی صورت میں مذکورہ ہیئت

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

دریافت کی۔ ’’ماورا‘‘ کی پہلی سولہ نظمیں پابند ہیئت میں ہیں، لیکن یہ پابند ہیئتیں روایتی بالکل بھی نہیں ہیں۔ ان میں سے چھ نظمیں سانیٹ کی ہیئت میں ہیں، باقی نظموں میں ہیئت کی مقررہ پابندی نہیں ملتی۔ ان نظموں کے مصرعے ایک بحر میں ہیں اور قافیہ کے استعمال سے بندوں کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ تعین بھی مستقل نوعیت کا حامل نہیں ہے۔ اس میں بھی راشد نے کمی بیشی کی ہے۔ ’’ماورا‘‘ میں سانیٹ ’’فطرت اور عہد نو کا انسان‘‘ دو سانٹ ’’فطرت‘‘ اور ’’انسان‘‘ کا مجموعہ ہے۔ راشد نے ہر بڑے شاعر کی طرح اپنے پیش روؤں کی روایت میں ردّوبدل کیا ہے۔ ’’ماورا‘‘ کی ابتدائی سولہ نظموں میں راشد نے اپنے تصورات وخیالات اور فکر وفلسفہ کی مناسبت سے تبدیلیاں کی ہیں۔ اس لیے ان نظموں کی ہیئتیں امتزاجی نوعیت کی ہیں۔ ’’ماورا‘‘ کی ان سولہ نظموں کا مزاج رومانوی اور اسلوب امتزاجی ہے۔ آغاز کے زمانے کی ان نظموں میں حزن ویاس، تنہائی، فطرت پرستی، ماضی اور احساسِ محرومی نظر آتا ہے۔ یہ نظمیں رومانوی نوعیت کی ہونے کے باوجود رومانوی شعرا کے متن سے الگ ذائقہ رکھتی ہیں۔ ان نظموں کے مطالعہ سے یہ احساس ہوتا ہے کہ راشد پر بائرن، شیلے، کیٹس، ورڈزورتھ اور دیگر مغربی رومانی شعرا کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ راشد نے انگریزی شاعری کے زیر اثر ہی آزاد نظم کی ہیئت اختیار کی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر آفتاب احمد لکھتے ہیں:

> مغربی شعروادب کا اثر راشد کی ابتدائی نظموں کے اسلوب بیان ہی سے نمایاں ہے۔ بعد کو اسی اثر کے ماتحت وہ نظم آزاد کی طرف مائل ہوئے۔[۴]

’’ماورا‘‘ کی سترھویں نظم ’’جرأتِ پرواز‘‘ آزاد ہیئت میں ہے۔ نظم ’’دریچے کے قریب‘‘ راشد کے سیکولر طرزِ احساس اور فکر کو پیش کرتی ہے۔ یہ آزاد نظم ہے لیکن اس پر نظم معرّا کی تکنیک کا اثر ہے کیوں کہ بہت سے مصرعے مساوی الوزن ہیں۔ نظم ’’رقص‘‘ میں نوجوانوں کی مایوسیوں، اضطراب اور ذہنی کشمکش کا اظہار ملتا ہے۔ راشد کے یہاں آزاد نظم کی ہیئتی تعمیر ارتقائی عمل سے گزرتی نظر آتی ہے۔ ’’ماورا‘‘ میں انھیں آزاد نظم کی تکنیک پر مکمل عبور نہیں ان کی نظموں کی سٹرکچرنگ مکمل نہیں، لیکن ’’لا انسان‘‘ اور ’’گماں کا ممکن‘‘ میں راشد سٹرکچرنگ کے عمل میں ماہر نظر آتے ہیں۔ راشد کا دوسرا شعری مجموعہ ’’ایران میں اجنبی‘‘ پہلے مجموعے ’’ماورا‘‘ کی توسیعی صورت ہے۔ اس مجموعے کی نظموں میں افسانوی اور مکالماتی تکنیک کے تجربے کیے ہیں۔ اس مجموعے میں پہلے مجموعے کی نسبت قافیے کا استعمال کم ہے۔ اس میں مصرعے رواں دواں ایک دوسرے میں پیوست ہو کر آگے بڑھتے ہیں۔ ایک بات کئی مصرعوں تک جاری رہتی ہے۔ ’’سباویراں‘‘ اس مجموعے کی اہم نظم ہے۔ ’’لا۔ انسان‘‘ کی ساری نظمیں آزاد ہیئت میں ہیں۔ اس مجموعے کی دو نظمیں ’’میرے بھی ہیں کچھ خواب‘‘ اور ’’آنکھیں کالے غم کی‘‘ بڑی اہم ہیں۔ ’’گماں کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ممکن'' راشد کا آخری شعری مجموعہ ہے''لا۔انسان'' کی نظمیں ''حسن کوزہ گر''، ''اسرافیل کی موت''، ''آرزو راہبہ ہے''اور''چلا آرہا ہوں سمندروں کے وصال سے'' اہم ہیں۔''اے سمندر''اور''سفر نامہ''راشد کے شعری مجموعہ''گماں کا ممکن'' کی اہم نظمیں ہیں۔اس مجموعے کی نظم''مجھے وداع کر''ایک نئی تخلیقی حسیّت کا اشاریہ ہے۔ راشد کی شاعری میں''ماورا''سے''گماں کا ممکن'' تک ہیئتی ارتقا کے مختلف مراحل نظر آتے ہیں۔انھوں نے انسانی موضوعات ومسائل کو ترتیب وتنظیم کے ساتھ پیش کیا ہے۔

میراجی نے موضوعاتی تنوّع کے تحت خوف،تنہائی،جنس، بے سکونی، جبرواستحصال، بے حسی،اخلاقی روایات اور داخلی احساسات وکیفیات کو موضوع بنایا ہے۔میراجی نے ایک خاص تصور لیے جنسی احساسات کی شاعری شروع کی۔ ان کے یہاں انسانی جذبات کی پیچیدگیوں کا حل ضبط نفس میں نہیں بل کہ تکمیل خواہشات میں ہے۔انھوں نے پہلی مرتبہ یہ اظہار کیا کہ جسم اور روح ایک ہی شخص کے دو رخ ہیں اس لیے دونوں کی کامل آہنگی کے بغیر ایک فرد کی شخصیت کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ان کے نزدیک جنس صرف آسودگی اور لذت کا نام نہیں بل کہ عرفان ذات کا ذریعہ ہے۔ان کی متعدد نظمیں جسم وروح کے ارتباط اور ہم آہنگی سے مملو ہیں۔میراجی کی جنسی احساسات سے متعلق نظمیں روایتی تہذیب اور معاشرے سے انحراف اور ردعمل کا نتیجہ ہیں۔انھوں نے عورت کو ایک زرخیز زمین سے مشابہت دی ہے اور جا بجا جنسی تعلق کو بھی سراہا ہے۔اس کی عمدہ مثال ان کی نظم''حرامی'' ہے جس میں انھوں نے ناجائزہ جنسی تعلق کی آسودگی کو زندگی کا حاصل کہا ہے۔دراصل میراجی کی نظمیں ناجائز جنسی تعلق کے خلاف صداے احتجاج ہیں۔ان پر فحاشی اور کج روی کا الزام لگانا مناسب نہیں۔انھوں نے انسان کے اندر کی غلاظت سے نجات پانے کی کوشش کی ہے۔ان کی نظم''دوسری عورت سے''میں ناجائز جنسی تعلق کو موضوع بنایا گیا ہے۔میراجی کی نظموں''اونچا مکان''اور''لب جوئے بار'' میں خودلذتی کا جذبہ زیادہ ملتا ہے۔ان کی نظم ''دور کرو پیراہن کے بندھن کو'' میں مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کو عین فطرت خیال کیا ہے:

دور کرو پیراہن کے بندھن کو اپنے جسموں سے
دوری حاصل کرلو بندی خانے کے ان لمحوں سے
جن میں فطرت کو قیدی کر رکھا ہے تہذیبوں نے
جن میں کلیوں کو کھلنے سے روکا ہے انسانوں نے
فطرت کا مذہب کیا ہے؟ آزادی ہی آزادی ہے
اور اگر اس مذہب کو مانے گا نہ دل بربادی ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

دوری حاصل کرلو بندی خانے کے ان لمحوں سے
مرد ہو، عورت سے مل جاؤ، عورت ہو تو مردوں سے

میراجی نے عورت کو اپنی نظموں کا عنوان بنایا ہے۔ ان میں ''ایک عورت''، ''اجنبی انجان عورت رات کی''، ''آخری عورت''، ''ایک تھی عورت''، ''ایک اور عورت''، ''ہندوستانی عورت''، ''دوسری عورت سے''، ''پہلی عورت''، ''ایک عورت اور ایک تجربہ'' اور ''ایک خاموش عورت'' شامل ہیں۔ میراجی نے مناظر فطرت کو علامتی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ انھوں نے قدیم ہندوستانی تہذیب اور روایات کو موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے روایتی اسطور خصوصاً رادھا اور کرشن کے وسیلے سے اپنے ذہنی اور جذباتی احساسات کو بیان کیا ہے۔ ان کی نظموں میں دوری، اذیت، شخصی محرومی اور انتظار کا غم ملتا ہے۔ ''فاختہ''، ''کوا''، ''بعد کی اڑان'' اور ''طوفان کے بعد'' ان کی علامتی نظمیں ہیں۔ ہر رومانوی شاعر کی طرح میراجی کے یہاں بھی خوشی کا خاتمہ دکھ پر ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی نظموں کی تان بھی موت پر ٹوٹتی ہے۔ میراجی نے اپنی فکر کو ہندوستانی تہذیب وتمدن اور مذہبی عقائد سے ہم آہنگ رکھا ہے۔ اس ضمن میں ان کی نظم ''برندابن'' اہم ہے۔ میراجی نے اپنی نظموں میں نئے انداز کی فطرت نگاری اور منظر کشی کی ہے۔ ''انجام'' اور ''درشن'' اس نوع کی اہم نظمیں ہیں۔ سماجی شعور کی جھلک ان کی متعدد نظموں میں نظر آتی ہے۔ وہ اپنی ذات کے حصار میں رہتے ہوئے کسی طرح بھی سماجی شعور سے عاری نہیں۔ نظم ''آدرش'' ان کی گہری سماجی بصیرت کی عمدہ مثال ہے۔ نظم ''کلرک کا نغمہ محبت'] میں انھوں نے معاشرتی عدم توازن کی خوب صورت عکاسی کی ہے۔ نظم ''بیوپاری'' میں سماجی ناہمواریوں کا ذکر ملتا ہے۔ ''ترک تعلق'' میں ان کی محرومی، ناکامی اور بیزاری کا واضح اظہار ہے۔

میراجی نے آزاد نظم کو موضوع اور فنی ضرورت کے مطابق اختیار کیا۔ انھوں نے پابند نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن ان کی تعداد آزاد نظم کے مقابلے میں کم ہے۔ انھوں نے جذباتی حالتوں کو پیش کرنے کے لیے پابند نظم کو رکاوٹ سمجھا اور روایتی ہیئت سے مکمل انحراف کیا ہے۔ انھوں نے آزاد نظم کو بحر، مصرعوں کی یکسانیت، ردیف اور قافیے سے آزاد کیا۔ انھوں نے نئے اور پرانے طرز احساس کو ملا کر نئی شاعری کی بنیاد استوار کی ہے۔ انھوں نے موضوع اور نئی ہیئت کو شعور وتخلیق کی سطح پر استعمال کر کے شعری اسلوب کو بدلنے کی کوشش کی۔ راشد نے آزاد نظم میں معرا نظم کی تکنیک استعمال کی ہے جب کہ میراجی نے آزاد نظم میں منفرد تکنیک استعمال کی ہے۔ انھوں نے نظم ''جاتری'' میں طویل مصرعے لکھ کر انفرادیت پیدا کی ہے اور اپنے خیال کو مختلف مصرعوں میں تقسیم نہیں کیا بل کہ چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کر کے ایک مصرعے میں پرو کر خیال کی سالمیت برقرار رکھی ہے۔ میراجی کے مصرعوں کے باہمی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ارتباط سے مصرعوں میں طوالت میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ نظم اور نثر کی حدیں ملتی نظر آتی ہیں۔ انھوں نے نظم ''جاتری'' کو الگ الگ مصرعوں کے بجائے نثر کے پیراگراف کی طرح مسلسل لکھا ہے لیکن کہیں بھی کوئی عروضی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ نظم کے مصرعے فقروں اور جملوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی حد بندی اوقاف کے ذریعے کی گئی ہے۔ نظم میں جو بحر استعمال کی گئی ہے اس کے ارکان ایسے ہیں کہ بآسانی ان فقروں اور جملوں کو الگ الگ مصرعوں کی شکل میں لکھا جا سکتا ہے۔ ہیئتی اعتبار سے یہ نظم بھی قابلِ توجہ ہے۔ ''جاتری'' کے علاوہ بھی ایسی کئی نظموں میں طویل مصرعے موجود ہیں۔ ان کی ۱۹۴۰ء کی آزاد نظموں پر پابند نظم کے اثرات ہیں۔ اس ضمن میں ''سرگوشیاں''، ''کیفِ جہاں''، ''بلندیاں''، ''محبت'' اور ''سنگِ آستاں'' جیسی نظموں کا ذکر ضروری ہے۔

آزاد نظم میں میرا جی نے متنوع اسلوب اختیار کیا ہے۔ انھوں نے مصرعوں کی تقسیم کو بدل دیا ہے۔ نظم کے ایک مصرعے کو کئی مصرعوں میں تقسیم کرنے کے بجائے ارکان کی تقسیم ہی مصرعے کے لحاظ سے کی ہے۔ مثال کے لیے ان کی نظم ''اونچا مکان'' کا یہ ٹکڑا ملاحظہ کیجیے:

بے شمار آنکھوں کو چہرے میں لگائے ہوئے استادہ ہے تعمیر کا اِک نقشِ عجیب
اے تمدن کے نقیب!
تری صورت ہے مہیب
ذہن انسانی کا طوفان کھڑا ہے گویا
ڈھل کے لہروں میں کئی گیت سنائی مجھے دیتے ہیں، مگر
اُن میں اک جوش ہے بیداد کا، فریاد کا اِک عکسِ دراز
اور الفاظ میں افسانے ہیں بے خوابی کے
کیا کوئی روحِ حزیں
ترے سینے میں بھی بے تاب ہے تہذیب کے رخشندہ نگیں؟

(کلیاتِ میرا جی، ص ۹۰)

نظم ''اجنتا کے غار'' متعدد صورتوں میں ہے پہلا بند نظم کی صورت میں ہے۔ مربع سے شروع ہوتی ہے اور پھر مثنوی کی صورت، اس کے بعد معرّا اور آخر میں آزاد نظم کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کہیں کہیں قافیے کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ میرا جی نے شاید نظم کی تنظیم خیال کی اٹھان کے لحاظ سے کی ہے۔ اس نظم میں میرا جی صحیح تکنیک دریافت نہیں کر سکے۔ ان کی موضوعاتی اور تکنیکی طور پر کامیاب نظموں میں ''ترقی''، ''سمندر کا بلاوا''، ''پ'' اس کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

دوری'' اور'' آ بگینے کے اُس پار کی ایک شام'' شامل ہیں۔نظم ''اونچا مکان'' فن کاری کا دلآویز نمونہ ہے۔ میراجی کی نظموں کی ہیئتیں اس لیے بھی متنوع ہیں کیوں کہ انھوں نے مصرعوں کے ارکان کی مقررہ تعداد کی پروانہیں کی بل کہ مصرعوں کوایک دوسرے میں پیوست کرتے چلے جاتے ہیں۔''شام کو''، ''راستے پر''، ''اڑان''، ''افتاد'' اور ''دھوبی کا گھاٹ''، تکنیکی اور فنی حوالے سے عمدہ نظمیں ہیں۔ میراجی کے اس فنی طریقِ کار کے بارے میں صدیق کلیم رائے دیتے ہیں:

> میراجی مصرعوں کوایک مرکزی خیال کے تحت جمع کر دیتا ہے۔ بظاہران میں ربط کم ہوتا ہے۔محض احساس کو قائم رکھنے کے لیے وہ یہ سب کچھ کر گزرتا ہے۔ یہ بے راہ روی بھی ایک فضا تیار کرتی ہے جونظم کوصوتی تناؤ اور موسیقانہ جھنکار کے سبب ذہنی آسودگی اور لطف اندوزی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔(۵)

میراجی کی نظموں میں موسیقی کی ہلکی پھلکی آمیزش سے ان کی نظمیں رواں دواں محسوس ہوتی ہیں۔ان کی نظمیں ایک ہی سائز کے مصرعوں میں وجود پذیر ہونے کے بجائے چھوٹے بڑے مصرعوں میں نمودار ہوئی ہیں۔ میراجی نے محسوسات کے اتار چڑھاؤ کے تابع ہوکر مصرعوں کی طوالت اور اختصار کا مظاہرہ کیا ہے۔ عام طور پر ایک مصرعے کو دوسرے مصرعے میں ضم کر دینا بھی آزادنظم کا مزاج ہے لیکن میراجی نے ایک الگ ہی منطق اختیار کی ہے۔ان کی نظم ''سمندر کا بلاوا'' کا پہلا طویل مصرع دیکھیے:

یہ سرگوشیاں کہہ رہی ہیں اب آؤ کہ برسوں سے تم بلاتے بلاتے مرے دل پہ گہری تھکن چھا رہی ہے

(کلیات میراجی،ص ۲۷۶)

میراجی کی جگہ اگر کوئی اورنظم نگار ہوتا تو اس ایک مصرعے کو تین مصرعوں میں یوں تقسیم کرتا: یہ سرگوشیاں کہہ رہی ہیں/ اب آؤ کہ برسوں سے تم کو بلاتے بلاتے/ مرے دل پہ گہری تھکن چھا رہی ہے۔'' یہ نظم اپنی معنوی وسعت اور ہیئت کے نئے پن کی وجہ سے جدید اردو نظم میں اہمیت کی حامل ہے۔نظم کی یہ تکنیک میراجی کی اختراع نہیں اسے انھوں نے انگریزی شاعری سے مستعار لیا ہے۔مگر ایسا بہت کم شعرا کے یہاں ملتا ہے۔ میراجی نے ڈرامائی طریقہ کار اختیار کیا ہے۔نظم سازی کے اس طریق کار کے سلسلے میں ان کی متعدد نظمیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مجید امجد کی شاعری میں انفرادی ردعمل کی جھلک نظر آتی ہے وہ کسی نظریے کے پابند نہیں۔انھوں نے زندگی سے متعلق مسائل کا ذکر تو کیا لیکن ترقی پسندوں اور حلقہ کے شعرا کی طرح زندگی کے بڑے بڑے موضوعات کو نظم نہیں کیا۔ان کے شعری مجموعہ ''شب رفتہ'' میں ایک طرف ان کی ذات کی محرومی ہے اور دوسری طرف وسیع

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

وعریض کائنات اور مظاہر فطرت نظر آتے ہیں۔ مجید امجد کے یہاں بہتر معیار زندگی کی خواہش تو ہے لیکن ان پر اشتراکی نظریے کی چھاپ نہیں، انھوں نے مال دار اور جاگیر دار طبقے سے بیزاری شاید اس لیے کی کہ جس لڑکی سے انھوں نے محبت کی وہ کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ مجید امجد نے ترقی پسند موضوعات کا ذکر تو کیا ہے لیکن انھوں نے ترقی پسندوں کی طرح جبر زمانہ سے بغاوت نہیں کی۔ مجید امجد کی متعدد نظمیں ایسی ہیں جنھیں پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ شاموں اور اداسیوں کے شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں ایسی کیفیات کو ابھارا ہے، وہ زندگی سے مکمل مایوس نہیں ہوئے۔ وہ نئی نسل کو پھول کہتے ہیں۔ ان کی نظم ''ہری بھری فصلو'' ملاحظہ کیجیے:

ہری بھری فصلو
جُگ جُگ جیو، پھلو
قرنوں کے بجھتے انگار، اک موجِ ہوا کا دَم
صدیوں کے ماتھے کا پسینا، پتیوں پر شبنم
دورِ زماں کے لاکھوں موڑ، اک شاخِ حسیں کا خم
زندگیوں کے تپتے جزیروں پر رکھ رکھ کے قدم
جھومتے کھیتو! ہستی کی تقدیرو! رقص کرو!
دامن دامن، پلو پلو، جھولی جھولی ہنسو!
چندن روپ سجو!
ہری بھری فصلو!
جگ جگ جیو، پھلو! (شبِ رفتہ، کلیاتِ مجید امجد، ص ۱۴۸)

مجید امجد کو مناظر فطرت میں درخت بے حد پسند تھے، انھوں نے تمثیلی انداز میں درختوں کو جا بجا پیش کیا ہے۔ نظم ''توسیع شہر'' اس سلسلے کی نہایت اہم نظم ہے۔ اس نظم میں انھوں نے توسیع شہر کے نتیجے میں درختوں کو کاٹنے کی مذمت کی ہے۔ مجید امجد مسلمانوں کے تہذیبی انہدام کی بات کرتے ہیں۔ ان کی نظم ''مقبرۂ جہانگیر'' مغل حکمرانوں کے جاہ وجلال اور شکست کا بیانیہ ہے اور طرز تعمیر کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ان کی شاعری میں زندگی کا گہرا احساس موجود ہے، یہ جذباتی، احساساتی اور فکری حوالے سے دھڑکتی محسوس ہوتی ہے۔ مجید امجد انگریزی شعرا کیٹس اور شیلے سے متاثر تھے جس طرح انگریزی رومانوی شعرا نے یورپی چراگاہوں، دریاؤں اور وادیوں کا ذکر کیا ہے اسی طرح مجید امجد نے جھنگ اور ساہیوال کی دیہی زندگی کو پیش کیا ہے۔ ''بس اسٹینڈ پر''، ''گلی کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

چراغ''، ''ایک پرنشاط جلوس کے ساتھ''، ''آنگن کھڑکیاں'' اور ''زندگی اے زندگی'' جیسی نظمیں ان کی فطرت کے ساتھ ذہنی اور جذباتی وابستگی کی عمدہ مثالیں ہیں۔ مجید امجد نے اپنی نظموں میں حسن فطرت کی مصوری کی ہے۔ وہ خوب صورت تشبیہوں اور استعاروں سے منظر کشی کرتے ہیں۔ انھوں نے عام آدمی کی زندگی کو بھی موضوع بنایا ہے۔ نظم ''لہر انقلاب کی'' آفاقی مسائل کی ترجمان ہے۔

مجید امجد کی نظموں میں موضوعات، اسالیب اور ہیئتوں کا حیرت انگیز تنوع نظر آتا ہے۔ ان کے موضوعات میں طبقاتی تفاوت، انسانی المیہ، صوفیانہ فکر اور کائناتی شعور زیادہ اہم ہیں۔ اس اظہار کے لیے انھوں نے نئے سانچے وضع کیے۔ مجید امجد کو ان کی ذاتی محرومیوں، والدین کی علاحدگی، تنہائی، بے روزگاری اور سیاسی وسماجی عدم تحفظ اور ان کے عہد میں جنگ کے حالات نے بے حد متاثر کیا۔ مجید امجد کی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر نائیلہ انجم لکھتی ہیں:

> مجید امجد کے یہاں حالات کے جبر، رشتوں کی بے چہرگی اور اقدار کی پامالی پر گہرے رنج کا اظہار ملتا ہے۔ ابتدائی نظموں کا لہجہ کسی حد تک بلند آہنگ اور خارجیت کی طرف مائل ہے۔ تاہم آخری دور کی نظمیں ان کے داخلی مطالعہ کا پتا دیتی ہیں۔ مجید امجد کی شاعری کے موضوعاتی دائروں میں ایک دائرہ فلسفیانہ اور متصوفانہ موضوعات کا حامل ہے۔[(۶)]

مجید امجد کی نظموں کا ہیئتی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو ان کے یہاں نظم سازی کا انداز مسلسل ارتقا پذیر دکھائی دیتا ہے۔ ان کی ابتدائی نظمیں روایتی اصناف، ہیئت اور تکنیک کی حامل ہیں۔ مجید امجد نے ابتدائی دور میں مثنوی، مثلث، قطعہ، ترکیب بند، ترجیع بند، مسدس اور مستزاد وغیرہ کی ہیئتوں میں نظمیں لکھی ہیں۔ انھوں نے ابتدائی دور میں مثنوی کی ہیئت کو بالخصوص برتا ہے۔ بعد میں انھوں نے روایتی ہیئتوں میں جزوی تغیرات کر کے نئے تجربات کیے۔ دیگر شعرا کی طرح انھوں نے بھی انگریزی ادب کا مطالعہ کر کے انگریزی ہیئتوں کے امتزاج سے نئی ہیئتیں تشکیل کیں۔ انھوں نے مثنوی، قطعہ اور مسمط کے بندوں کی روایتی ہیئتوں میں انگریزی نظموں کے ترتیب قوافی کو اختیار کر کے نئے تجربے کیے ہیں۔ انھوں نے ارکان کی کمی بیشی کر کے بھی نئی ہیئتیں بنائی ہیں۔ مجید امجد کے یہاں ہیئت کے تجربے نت نئے موضوعات کی وجہ سے ہیں کیوں کہ نئے موضوعات نئی زبان اور نئی ہیئت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اپنی زندگی میں کم مقبول ہونے کی وجہ بھی ان کا روایت سے انحراف ہے۔

مجید امجد نے ابتدائی دور میں مثنوی کی ہیئت میں نظمیں لکھی ہیں لیکن اس میں بھی جزوی تبدیلیاں اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اضافے کیے ہیں۔مثنویوں ''صبحِ نو'' اور ''صبحِ جدائی'' میں مختلف بند بنائے گئے ہیں۔نظم ''بندا'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے لیکن اس کے آغاز میں ایک مصرع (کاش میں تیرے بن گوش میں بندا ہوتا) لگایا ہے اور آخر میں بھی اسی مصرعے کو دہرایا ہے۔یوں یہ نظم مثنوی اور معرا کے امتزاج سے متشکل ہوئی ہے۔نظم ''خدا۔ایک اچھوت ماں کا تصور'' بھی مثنوی کی ہیئت میں ہے۔''شاعر''، ''ریوڑ''، ''ہڑپے کا ایک کتبہ''،''زندانی''،''ایک خیال'' اور ''بھکارن'' مثلث کی ہیئت میں ہیں لیکن ان سب مثلثوں کے انداز الگ الگ ہیں۔نظم ''ایسے بھی دن'' پانچ مثلثوں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔پہلی مثلث کے تینوں مصرعے ہم قافیہ ہیں دوسری مثلث کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ ہیں جب کہ تیسرے مصرعے کا قافیہ پہلی مثلث سے ملایا ہے۔ایک تجربہ یہ کیا گیا ہے اور دوسرا مصرعوں میں بحر کے ارکان کی تعداد میں بھی کمی بیشی کی گئی ہے۔

مجید امجد نے قطعے کی ہیئت میں بھی کئی تبدیلیاں کی ہیں۔ان کی چہار مصرعی قطعہ بند نظموں میں ہر ایک کی ہیئت اور بند آپس میں مطابقت نہیں رکھتے۔نظم ''کنواں'' کے چار بند ہیں اور ہر بند میں آٹھ آٹھ مصرعے ہیں پہلے چار مصرعے آٹھ آٹھ ارکان پر مشتمل ہیں پانچویں اور چھٹے مصرعے میں دو دو ارکان ہیں اور یہ باہم ہم قافیہ ہیں۔ساتواں مصرع پانچویں اور چھٹے مصرعے سے دوگناہ ہے لیکن پہلے چار مصرعوں سے وزن میں آدھا ہے۔آٹھواں مصرع پہلے اور ساتویں مصرعے کا ہم قافیہ ہے مگر اس کا وزن پانچویں اور چھٹے مصرعے کے برابر ہے۔اوزان اور قوافی کی اس مخصوص ترتیب سے مجید امجد نے ایک الگ شکل تخلیق کی ہے۔انھوں نے انگریزی نظم کی اسٹینزا کی فارم میں بھی نظمیں لکھی ہیں لیکن اس میں بھی مقدور بھر تبدیلیاں کر دی ہیں۔مجید امجد کی شاعری میں ہیئتی تغیرات اور تنوع کے بارے میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

> پھر مختلف نظموں میں ایسے بند مختلف کیے جن میں مصرعوں کی تعداد کبھی تین، کبھی چار، کبھی پانچ، کبھی چھ، کبھی سات، کبھی دس یا بارہ ہو جاتی ہے۔قافیوں کی ترتیب بھی بدلی رہتی ہے اور اس میں اتنی تبدیلیاں کی گئی ہیں پچاسوں شکلیں بنا ڈالی ہیں۔خود انگریزی زبان کے شعرا کے ہاں بندوں میں اتنی ہیئتی تبدیلیاں موجود نہیں ہیں۔(۷)

مجید امجد نے نظم ''طلوعِ فرض'' کئی ایک ہیئتوں سے تشکیل کی ہے۔نظم کا پہلا شعر مثنوی کی ہیئت میں اور یہی شعر آخر میں بھی دہرایا گیا ہے۔باقی کی نظم میں چھ چھ مصرعوں کے بند بنائے گئے ہیں لیکن یہ بھی مسدس کی روایتی ہیئت سے مطابقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اسٹینزا کی شکل کے قریب ہیں۔ہر بند کا پہلا اور چوتھا مصرع بے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

قافیہ ہے جب کہ دوسرا اور تیسرا مصرع اور پانچواں اور چھٹا مصرع باہم ہم قافیہ ہیں۔ اس طرح ہر بند دو ضمنی حصوں میں منقسم ہے یعنی ہر بند دو مثلثوں کو ملا کر بنایا ہے۔ ہر مثلث میں پہلا مصرع بے قافیہ اور دوسرا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہیں۔ یوں یہ نظم مثنوی، مثلث، مسدس اور اسٹینز ا کا امتزاجی نمونہ ہے۔ مجید امجد نے ان چاروں ہیئتوں کو ملا کر ایک کثیر الہیئت نظم تخلیق کی ہے۔

مجید امجد کی ایک طویل نظم ''نہ کوئی سلطنتِ غم ہے نہ اقلیمِ طرب'' بھی کثیر الہیئت تشکیل کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی ڈھانچہ انگریزی طرز کے قطعہ نماؤں جیسا ہے۔ ہر بند کے پہلے دو مصرے طویل اور آخری دو مصرے کم طویل ہیں۔ ہر بند کے پہلے دو دو مصرے مثنوی کی ہیئت میں ہیں اور آخری آخری مصرع پہلے بند کے آخری مصرے کا ہم قافیہ ہیں۔ مربع نما ہیئت میں ۳۴ بند ہیں۔ پہلے بارہ مربع نما بندوں کے بعد مثنوی کی ہیئت میں آٹھ اشعار ہیں۔ پھر ۱۹ قطعہ نما بندوں کے بعد ایک شعر مثنوی کا ہے۔ اس طویل نظم کے مختلف حصوں میں سات ہیئتیں برتی گئی ہیں۔ مجید امجد کے یہاں کئی ایک نظمیں معین و مقررہ ہیئتوں میں بھی موجود ہیں۔ نظم ''صدا بھی مرگِ صدا'' بیس بندوں کی ہے بظاہر یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے لیکن اس کا تیسرا مصرع مختصر ہے۔ مجید امجد نے کئی ایک معرّا نظمیں بھی کہی ہیں لیکن ان میں کہیں کہیں قافیے کا التزام بھی کیا گیا ہے۔ مثال کے لیے ''جاروب کش'' اور ''میونخ'' اہم ہیں۔ اسی طرح نظم ''ریلوے اسٹیشن'' میں بھی ایک آدھ مصرے میں قافیہ استعمال کیا گیا ہے۔ دیگر معرّا نظموں میں بھی نئے تجربات کیے گئے ہیں۔ ''معاشرہ'' اور ''ریزۂ جاں'' معرّا نظمیں ہیں مگر ان میں مختلف بند بنائے گئے ہیں۔

مجید امجد کے شعری مجموعے ''شب رفتہ'' میں آزاد نظم کا کوئی نمونہ موجود نہیں۔ اس کے بعد وہ آزاد نظم کی طرف مائل ہوئے۔ ''پہاڑوں کے بیٹے'' ان کی آزاد ہیئت میں کہی ہوئی نظموں میں بڑی اہم ہے۔ انھوں نے آزاد اور پابند ہیئتوں کے اختلاط سے بہت سی نظمیں وضع کی ہیں۔ ان کا اسلوب راشد اور میراجی سے یکسر مختلف ہے۔ اس نوع کی نظموں کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔ یہ ساری نظمیں بحر متقارب کے چند زحافات سے سے تشکیل کی گئی ہے۔ یہ ایک ہندی بحر ہے، یہ بحر اردو کی نثری ترتیب کے قریب ہے۔ مجید امجد کے یہاں ہیئتی تجربوں کا ایک باقاعدہ ارتقا نظر آتا ہے۔

فیض احمد فیض اپنی نظموں میں علامتی اظہار سے سرمایہ دارانہ نظام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور مزدور و نچلے طبقے سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ نظم ''ملاقات'' فیض کے علامتی اظہار کی عمدہ مثال ہے۔ ان کی شاعری میں رات، صبح، سحر، اجالا، روشنی اور امید وغیرہ کی علامتیں ملتی ہیں۔ ''اے دلِ بیتاب ٹھہر'' اور ''سرِ مقتل'' علامتی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

انداز کی نظمیں ہیں۔ان کی انقلابی نظموں میں دعائیہ انداز بھی ملتا ہے۔انھوں نے ظلم و ناانصافی اور سامراج کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ وہ آزادی اور جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور عہد غلامی کو قید و بند، زنجیر وسلاسل اور مجبوری و محرومی کا دور قرار دیتے ہیں۔نظم ''چند روز اور مری جان'' اس موضوع کی اہم نظم ہے۔ان کی نظموں میں ظلم اور درد سے سسکتے اور تڑپتے ہوئے انسانوں کے چہرے نظر آتے ہیں۔''ہم لوگ'' اور ''موضوع سخن'' میں انھوں نے ظلم و ناانصافی اور جہالت کو موضوع بنایا ہے۔فیض انگریزی شاعری سے متاثر تھے ان کی شاعری رومانیت اور ترقی پسند فکر کا امتزاج ہے۔ رومانوی المیہ اور جمالیاتی پسندی ان کی نظموں میں عام ہے۔''مجھ سے پہلی سے محبت مری محبوب نہ مانگ''، ''اے روشنیوں کے شہر'' اور ''نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں'' فیض کی احساستی نظمیں ہیں۔

فیض کی نظموں میں مزاحمتی علامات کثرت سے ملتی ہیں۔ ان کی نظموں میں عوام دوستی، سماجی شعور، آزادی کی کسک اور انسان کا درد پایا جاتا ہے۔فیض نے اپنی نظموں میں سیاسی، سماجی، معاشی، محبت اور محبوب کو موضوعات شامل کیے ہیں۔ انھوں نے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ذرائع پیداوار پر قبضہ اور کسانوں اور مزدوروں کو استحصال برداشت کرتے دکھایا ہے۔ انھوں نے قوم کو مجبور زندگی سے آزادی حاصل کرنے، مزدوروں، کسانوں اور ادنیٰ و متوسط طبقے کو جگایا ہے۔ اور روایتی و فرسودہ نظام سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی ہے۔فیض کی شاعری میں انسانی ہمدردی اور فلاح کے رنگ نمایاں ہیں۔انھیں انسانی اقدار کے کھو جانے کا بے حد افسوس ہے اور وہ اس کی بازیافت کے لیے ہر طرح کے مصائب جھیلنے کو تیار ہیں۔ دنیا کے کسی کونے میں بھی ظلم و استبداد ہو تو ان کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔انھوں نے استحصالی قوتوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ انھوں نے آزادی، مساوات، غربت اور سماجی پستی کی بات کی ہے۔

فیض احمد فیض کی نظموں کا مطالعہ کریں تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ انھوں نے معرّا اور آزاد ہیئتوں میں نظمیں لکھی ہیں۔لیکن یہ دونوں ہیئتیں بھی ان کے یہاں خالصتاً شکل میں موجود نہیں۔ان کے یہاں قافیہ بھی کسی ترتیب کے بغیر ملتا ہے۔فیض کی نظم ''تنہائی'' اس کی عمدہ مثال ہے۔اس نظم کو مکمل طور پر معرّا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی نظمیں بنیادی طور پر پابند ہیں۔ان میں عام طور پر مقفّیٰ مصرعوں کو بندوں کی صورت میں لکھا گیا ہے۔فیض نے جو نیا تجربہ کیا وہ یہ ہے کہ انھوں قافیے کے مروّجہ انداز کو استعمال نہیں کیا۔ان کی نظموں کے بندوں میں ترتیب قوافی دو طرح کی ہے۔ چار چار مصرعوں کے بندوں میں یا تو پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہیں اور دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں یا پھر صرف دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں اور پہلا اور تیسرا مصرع غیر مقفّیٰ ہیں۔فیض نے نظموں میں

ہیئتی اور تکنیکی تنوّع پیدا کرنے کے لیے کسی ایک ترتیب قوافی کی پابندی نہیں کی۔ کہیں کہیں ایک دو معرّا مصرعے بھی لے آتے ہیں۔ نظم ''تنہائی'' اور ''سیاسی لیڈر کے نام'' میں ایک دو مصرعے غیر مقفّیٰ نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے فیض کی نظمیں معرّا لگتی ہیں اصل میں وہ پابند ہوتی ہیں۔ ''کوئی عاشق کسی محبوبہ سے'' اور ''مرے ہمدم مرے دوست'' ایسی نظمیں ہیں جن میں مقفّیٰ اور معرّا دونوں تکنیکیں برتی گئی ہیں۔ نظم ''یہ فصل امیدوں کی ہمدم'' کا ابتدائی حصہ آزاد فارم کے زیرِ اثر ہے اور باقی نظم مربع فارم میں ہے۔ انھوں نے آزاد نظمیں بھی لکھی ہیں ''بول کہ لب آزاد ہیں تیرے'' اور ''ایک منظر'' مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

فیض کی دیگر نظموں ''منظر''، ''پاس رہو'' اور ''رنگ ہے دل کا مرے'' بھی آزاد نظم کی ہیئت کے زیرِ اثر ہیں لیکن ان میں بھی آزاد ہیئت کا حقیقی اصول نہیں برتا گیا۔ مقفّیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ ان نظموں میں اکثر مصرعے مساوی الوزن ہیں۔ فیض کی ایک مرغوب تکنیک یہ ہے کہ وہ پابند نظم کو نیم پابند اور نیم معرّا بنا دیتے ہیں۔ ان کے یہاں انگریزی کے مصرع مسلسل (Run on line) کا تصور بھی موجود ہے۔ یہ تکنیک ان کی نظم ''ملاقات'' میں نظر آتی ہے۔ ترقی پسند نظم نگاروں میں سب سے پہلے فیض نے ہیئتی تبدیلیاں کیں۔ ان کے یہاں نظم کی ہیئتی تکمیل کا احساس بہت گہرا ہے۔ فیض کی آزاد نظموں کے بارے میں انیس ناگی لکھتے ہیں:

> یہ نظمیں فنی اعتبار سے چست ہیں، فیض اس ہیئت کے لوازمات سے آگاہ ہیں لیکن انھوں نے پابند نظم، غزل، قطعہ واسوخت وغیرہ لکھنے کو ترجیح دی۔ (۸)

فیض نے آزاد نظم کی ہیئت کو برتا تو ہے لیکن اس میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں کیا جسے ہیئتی تجربہ کہا جا سکے۔ انھوں نے مساوی الوزن مصرعوں اور قوافی کے استعمال سے آزاد نظم کو آزاد نہیں بننے دیا۔ ضیا جالندھری کو تاریخ وتہذیب سے خاص دل چسپی تھی۔ اسلامی تاریخ کے واقعات بھی ان کے مطالعہ میں تھے۔ اس لیے انھوں نے تہذیبی تناظر میں نظم نگاری کی ہے۔ ضیا جالندھری کی شاعری میراجی کے زیرِ اثر ہے جس طرح میراجی نے ہندی الفاظ اور ہندی تہذیب کا ذکر کیا ہے ضیا نے اپنی متعدد نظموں میں اپنے خالص ہندی ڈکشن سے ہندی تہذیب ورنگ کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس کی ایک اہم مثال نظم ''موجِ ریگ'' ملاحظہ کیجیے:

کنھیا کے اشلوک ارجن کھلی آنکھوں سنتا رہا
سبھی ایک ہیں
یہ دھرتی، یہ آکاش اور جو بھی ان سب میں ہے
سب آشائیں، چنتائیں، دکھ سکھ، گن اوگن، سبھی ہیں کنھیا کے روپ

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

مہا آتما کے، کنہیا کے روپ

اس نظم کے علاوہ ضیا کے شعری مجموعہ ''سرشام'' کے گیت بھی ہیں جن میں شیام، بندرابن، راون، دردپدی، پانڈو، ہنسی جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ضیا کے شعری مجموعے ''نارسا'' کی ایک نظم ''دوڑ دھوپ'' اس کی مثال ہے۔ان کی ایک نظم ''بڑا شہر'' میں کراچی کی تہذیب کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ضیا کی نظموں میں حسن وعشق کا تصور محض ماورائی نہیں بل کہ اس میں دنیا کی محبت کا رچاؤ ہے۔انھوں نے لوگوں کے دکھ درد اور تہذیبی وثقافتی پہلوؤں کی پاسداری کی ہے۔وہ ماضی کی طرف مراجعت کو تہذیب وثقافت کی بازیافت قرار دیتے ہیں۔''طوفان کے بعد'' ضیا کی طویل نظم ہے جس میں وہ بیتے دکھوں، خوشیوں اور ماضی کی یادوں کے عالم کرب وکیف کے بیکراں ممکنات سے غافل اور بے خبر نہیں۔ان کی نظموں میں فطرت کی طرف واپسی کا رجحان ملتا ہے۔انھوں نے نفرت، حسد اور بڑھتی ہوئی قتل وغارت کی مذمت کی ہے۔ ان کے شعری مجموعہ ''خواب سراب'' کی نظم ''ہابیل'' اس موضوع کی اہم نظم ہے۔ضیا مشرقی اقدار اور مذہبی شعور رکھتے ہیں، وہ انسان کو محبت اور اتحاد کے صالح رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں۔انھوں نے رمزیہ انداز اپناتے ہوئے فطرت نگاری کی ہے۔اس حوالے سے نظم ''انجام'' اہم ہے۔ضیا جالندھری کے تخلیقی تنوعات کے بارے میں ڈاکٹر ناہید قاسمی لکھتی ہیں:

> ضیا جالندھری نے راشد سے جنگ عظیم کے بعد کی مغربی شاعری کا مزاج مشرقی آہنگ میں برتنے کا سلیقہ سیکھا۔ضیا نے بھی فنی تکنیکی اور جمالیاتی تہ داری کا انداز مغربی ادبیات سے خوب اکتساب کیا اور کمال تخلیقی تنوعات کے ساتھ برتا ہے۔(۹)

ابتدا میں ضیا نے بھی انگریزی فطرت پرست شعرا سے اثر قبول کیا بعد میں انھوں نے مقامی استعاروں اور تشبیہات استعمال کر کے اپنا مشرقی اسلوب وضع کیا۔ان کی طویل نظم ''خزاں'' فطرت کی تصویر کشی کرتی ہے۔ان کی فطرت نگاری میں اداسی بھی ہے اور امید کی شمع بھی جلی نظر آتی ہے۔ضیا کی نظموں میں سماجی ذمے داریوں کا احساس بھی پایا جاتا ہے۔نظم ''ٹائپسٹ'' استحصالی سماج میں فرد کی حالت زار کو بیان کرتی ہے۔انھوں نے محنت کش طبقے کی بات کی جو محنت کرنے کے باوجود ثمر سے محروم رہ جاتا ہے۔ انھوں نے اونچے طبقے کی عیش پرستی، ضمیر فروشی اور بداعمالیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ضیا جالندھری کی شاعری میں تہذیبی زوال اور صنعتی معاشرے کی بے حسی، کچلے ہوئے افراد اور استحصال زدہ غریبوں اور عورتوں کو مخصوص استعاروں اور علامتوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ان کی نظموں میں سیاسی معنویت بھی پائی جاتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ضیا کو سیاسی موضوعات سے دل چسپی ہونے لگی تو انھوں نے اپنے عہد کے سیاسی اور تمدنی آشوب کو شعری پیکر عطا کیا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ضیا جالندھری کی طویل نظم ''ہم'' ان کے سیاسی شعور کی اہم مثال ہے۔ انھوں نے حکمرانوں اور اونچے طبقے کی جبریت کا احساس دلایا ہے۔ ان کے شعری مجموعوں ''سرشام'' سے لے کر ''پس حرف'' تک کی طویل اور مختصر نظموں میں انسانی نفسیاتی حقائق کو قریب سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا عمل نظر آتا ہے۔ ضیا جالندھری کی شاعری میں انسان کا کرب، زندگی کی بے کیفی، بے حسی اور ویرانی کی عکاسی کی گئی ہے۔ وہ وطن کی خوشحالی اور بقا کے خواہاں ہیں اور اس کی سلامتی کے لیے دعا گو ہیں۔ ضیا جالندھری کے شعری میلانات کی بات کریں تو ان کی شاعری میں ن۔م۔ راشد اور میراجی کی طرح روایت سے بغاوت، ملائم الفاظ، روایتی موضوعات اور ہیئتوں سے انحراف پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر حنیف کیفی رقم طراز ہیں:

> ضیا جالندھری کے مجموعہ کلام ''سرشام'' میں کچھ معرا اور آزاد نظمیں بھی شامل ہیں۔ معرا نظموں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ بحروں کے استعمال کے اعتبار سے بھی معرا نظمیں نسبتاً زیادہ متنوع ہیں۔ جب کہ آزاد نظموں میں صرف دو بحریں استعمال کی گئی ہیں۔ معرا نظمیں کئی مختلف بحروں میں نظم کی گئی ہیں۔ لیکن اسلوب کے اعتبار سے دونوں قسم کی نظمیں یکساں ہیں۔ لہجے کی جو نرمی اور دھیما پن ضیا جالندھری کی آزاد نظم میں پایا جاتا ہے وہی ان کی معرا نظم کی بھی امتیازی خصوصیت ہے۔(۱۰)

میراجی کے زیر سایہ نظم نگاری کرنے والے ضیا جالندھری نے نظم کی ہر ہیئت کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ انھوں نے پابند، مقفّٰی، معرّا اور آزاد نظم کو زیادہ اختیار کیا ہے۔ ان کی نظموں کے انداز میں یکسانیت نہیں بل کہ ہر نظم میں تنوع موجود ہے۔ ان کی ساری نظم ایک آزاد اور پھیلا ہوا مجموعہ لگتی ہے۔ ان کے مجموعے ''سرشام'' کی پہلی طویل نظم ''زمستان کی شام'' پر نقادوں نے کہا کہ یہ ایک نہیں پانچ نظمیں ہیں جن کو ایک عنوان دیا گیا ہے۔ مابعد اقبال ضیا جالندھری پہلے جدید شاعر ہیں جنھوں نے طویل آزاد نظموں کی ابتدا کی۔ ان کے شعری مجموعے ''نارسا'' میں بھی طویل نظمیں ہیں۔ ضیا کی طویل نظموں ''زمستان کی شام'' اور ''سالگ'' کے بارے میں حمید نسیم لکھتے ہیں:

> جدید اردو نظم کی تاریخ کی سطح پر یہاں یہ کہنا واجب ہے کہ یہ زمانہ مابعد اقبال کی جدید اردو شاعری کی پہلی طویل نظمیں ہیں اور ضیا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس نے جدید اردو شاعری میں طویل نظم کی طرح ڈالی اور پھر بعد میں ضیا نے طویل نظم

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

کو اپنا مخصوص وسیلۂ اظہار بنایا۔[۱۱]

عام طور پر یہ گمان گزرتا ہے کہ ضیا جالندھری کی آزاد نظم کی تشکیل میرا جی کی طرز پر ہوئی، ان کی نظموں میں طویل مصرعوں کا استعمال میرا جی کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ لیکن ان سب عناصر کے باوجود ضیا کی نظم ''زمستان کی ایک شام'' منفرد اسلوب کی حامل ہیں کیوں کہ اس میں دو بحریں برتی گئی ہیں۔ اس سے نظم کی ساخت اور آہنگ میں تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ انھوں نے دو بحروں کا استعمال نہایت ہنر مندی سے کیا ہے۔ اس وجہ سے وہ ایک صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ضیا نے ہیئت اور اسلوب کے تجربات کو اہمیت دی اور خاص طور پر نظم کے داخلی آہنگ پر توجہ دی۔ انھوں نے الفاظ کے دروبست، نشت و برخاست کو خیال اور موضوع کی مناسبت سے برتا ہے۔ ان کے شعری مجموعے ''نارسا'' کے موضوعات اور ہیئتیں منفرد اور متنوع نوعیت کی ہیں۔ حمید نسیم اس بارے میں لکھتے ہیں:

> اردو اور فارسی کی کلاسیکی روایت پر کامل دسترس کے ساتھ ساتھ ضیا نے مقامی شاعری کے آہنگ اور آزاد نظم کی تکنیک سے بھی گہرا استفادہ کیا ہے۔ اوزان اور بحور کا تنوع اس کے اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ وہ پنگل کا رسیا ہے لیکن مشکل فارسی بحروں کو نہایت سہولت اور روانی سے استعمال میں لاتا ہے۔ ارکان کو فن کارانہ مہارت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ اور ہیئت کی صوری اور معنوی گنجائش کو بروئے کار لاتا ہے۔[۱۲]

ضیا جالندھری کثیر الہیئتی شاعر ہیں۔ ان کی نظمیں موضوع، مواد اور ہیئت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ ''نارسا'' کی نظمیں ''سرشام'' کی نظموں سے کہیں زیادہ متنوع ہیں۔ ان کی نظموں ''زمہریر''، ''طوفان کے بعد'' اور ''موجِ ریگ'' میں ہیئت کا ایک نیا تجربہ کیا گیا ہے۔ یہ تینوں نظمیں پانچ پانچ کینٹوز پر مشتمل ہیں اور ہر کینٹوز ایک مکمل نظم ہے یوں انھوں نے پانچ نظموں یعنی پانچ اکائیوں کو ملا کر ایک بڑی اکائی بنا دیا ہے۔ نظم ''بشارت'' میں بھی ایک تجربہ ملتا ہے۔ اس نظم کا پہلا حصہ نو اشعار پر مشتمل ہے اور غزل کے مانوس اسلوب میں ہے اور دوسرا حصہ آزاد نظم کی ہیئت میں ہے۔ مصرعے بھی خیال کی مطابقت سے چھوٹے بڑے بنائے گئے ہیں۔ پہلے مصرعے سے آخری مصرعے تک تخلیقی تنوع اور فن کاری نظر آتی ہے۔ ضیا کے شعری مجموعہ ''خواب سراب'' کی دو نظمیں ''چاک'' اور ''ہم'' بھی موضوع اور ہیئتی اہمیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی نظموں میں مواد اور ہیئت باہم مربوط ہوتے ہیں۔

جعفر طاہر نے جدید اردو نظم میں موضوع اور ہیئت دونوں سطوح پر کام یاب تجربے کیے ہیں۔ انھوں نے دنیا کی سات بڑی سلطنتوں کے ناموں کو نظموں کے عنوانات دیے ہیں۔ ان کے شعری مجموعہ ''ہفت کشور'' میں ترکی، مصر، عرب، عراق، ایران، پاکستان اور الجزائر کے عنوانات پر مبنی سات نظمیں شامل ہیں۔ انھوں نے اسلامی دنیا کی تاریخ، تہذیب وتمدن، عقائد، طرز حکومت اور طرز تعمیر کو موضوع بنایا ہے۔ جعفر طاہر نے ماضی کو اپنے عہد میں زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے سات بڑی سلطنتوں کی تہذیب وثقافت کی بازیافت کی ہے۔ انھوں نے تاریخی واقعات بیان کرتے ہوئے سلطانوں، اکابرین اور مشاہیر کو متن کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے کردار نگاری کرتے ہوئے مختلف کرداروں کو نہایت عمدگی سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے مختلف کینٹوز سے نظمیں تشکیل دی ہیں۔ ان کی نظموں کا موضوع وسیع تر ہوتا ہے انھوں نے کسی فرد کے ذاتی حالات بیان کرنے کے بجائے کسی قوم اور جغرافیائی حدود کی تاریخ، تہذیب اور معاشرت کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں مکالماتی انداز اپناتے ہوئے منظر نگاری کی ہے۔ انھوں نے مشاہیر کے کرداروں کو تاریخی وثقافتی پس منظر میں پیش کیا ہے۔ ان کے کرداری مکالمات روزمرہ بول چال کے قریب ہیں۔ جعفر طاہر کے بارے میں عارفہ شہزاد لکھتی ہیں:

> کلاسیکی شاعری میں صنفِ مثنوی میں پایا جانے والا راوی کا کردار جدید اردو شاعری کی نظموں میں بھی کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ جعفر طاہر کے مجموعے ''ہفت کشور'' کے کینٹوز میں ایک داستان گو کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے جو ان کینٹوز کے موضوعِ سخن یعنی ممالک کی کہانی سنا رہا ہے۔ یہ راوی خود شاعر ہے اور داستان گو کی طرح اپنا تعارف کرواتا ہے۔(۱۳)

جعفر طاہر نے کردار نگاری کے ضمن میں مکالماتی تکنیک کو نہایت کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ ان کی نظموں میں موضوعاتی وہیئتی تنوع بدرجہ اتم موجود ہے۔ نظم ''ترکی'' جعفر طاہر کی ایک طویل نظم ہے جس میں ترکی کی تہذیب وثقافت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ انھوں نے ترکی کا ماضی سیاسی، جغرافیائی اور معاشرتی حالات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے ترکی کے فلک بوس قلعوں، جنوں خیز محلوں، ہری وادیوں، گھاٹیوں اور کوہساروں کی تصویر کشی کی ہے۔ انھوں نے اسے خطہ پاک کہا ہے اور حضرت نوحؑ کے جاں نثاروں کی مقدس نشانی قرار دیا ہے اور اسے عظمت ایشیا کا پاسباں کہا ہے۔ ترکی سے تہذیب انساں کے ہزاروں زمانے اور سو داستانیں جڑی ہیں۔ جعفر طاہر نے ترکی کو دامن گلفشاں اور پریام کی زرنشاں راجدھانی کہا ہے۔ انھوں نے مشاہیر کا ذکر کرتے ہوئے اپالو کے کارنامے گنوائے ہیں۔ انھوں نے اپنے کینٹوز میں ترکی کی مساجد اور میناروں کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ ترکی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

وہ عظیم سلطنت ہے جس کے بیٹے جی دار اور غلامی سے نا آشنا ہیں۔ یہ سجیلے انوکھے دین محمدؐ کے مجاہد اور بانکے سپاہی ہیں۔جعفر طاہر نے ترکی کی تاریخ کو زندہ کیا ہے۔ترک وہ قوم ہے جس نے یورپ میں مسلمانوں کو سرفراز کیا ہے۔انھوں مسلمان مشاہیر، اکابرین اتاترک کا خصوصی ذکر کیا ہے۔

ہیئتی اعتبار سے نظم ''ترکی'' ایک طویل نظم ہے جو متعدد کینٹوز کو ملا کر ترتیب دی گئی ہے۔اس نظم میں متعدد بحریں اور ہیئتیں استعمال کی گئی ہیں۔شاعر نے ایک موضوع بیان کرتے ہوئے کئی ہیئتی تجربے کیے ہیں۔نظم کا آغاز پانچ آزاد مصرعوں سے ہوتا ہے۔اس کے بعد ۲۹ بند ہیں، پہلے بند کے چاروں مصرے باہم ہم قافیہ ہیں۔ اس کے بعد تین بند داستان گوئی کے انداز میں مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔اور پھر ایک چار مصرعی بند باہم قافیہ ہے۔ اس کے بعد پھر چھ بند مثنوی کی ہیئت میں ہیں اور چار مصرعی مقفّیٰ بند ہے۔اس کے بعد سات بند مثنوی کی ہیئت میں ہیں یہاں تک نظم ایک بحر میں ہے یہ طویل بحر ہے۔اس کے بعد مثنوی کی ہیئت میں اٹھارہ اشعار پر مشتمل ایک بند الگ مختصر بحر میں ہے۔نظم کے اگلے حصے میں پھر پہلی بحر میں آٹھ بند ہیں۔پہلا بند چار مصرعی قافیہ ہے اور سات مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔نظم کے اگلے حصے میں شاعر نے مکالماتی انداز اختیار کر لیا ہے۔ مکالماتی اور کرداری انداز میں انھوں نے کہیں آزاد ہیئت تو کہیں پابند مصرے استعمال کیے ہیں۔اس کے بعد پھر پانچ بند پہلی طویل بحر میں ہیں۔اس طرح جعفر طاہر نے نظم شروع سے آخر تک مختلف کینٹوز کو جوڑ کر ترتیب دی ہے۔اس میں مختلف بحریں اور ہیئتیں استعمال کی ہیں۔یہ ٹکڑے ملاحظہ کیجیے:

قریب کی جھاڑیوں سے
اک بھیڑیا غضب ناک وزخم خوردہ
نکل کے لاشوں کے درمیاں آ کھڑا ہوا
اک چٹان پر چڑھ کے چیختا ہے
سنو کہ رہ رہ کے چیختا ہے۔یہی سرزمیں ہے جہاں پر گلِ گیتی آرائے یونانیاں مسکرایا
یہی وہ ریاضِ ارم ہے جہاں سروِ گلزارِ قدوسیاں لہلہایا
یہی وہ حرم ہے زئیس اور لیڈا کی بیٹی کو دل جس جگہ کھینچ لایا
وہ حسنِ سخن سنج، تبخانۂ شاعری جس کے انوار جگمگایا، سجیلے انیلے انوکھے مجاہد یہ دینِ محمدؐ کے بانکے سپاہی
یہ جن کی صدائے قدم سے لرزتے ہیں پاتال سے تابا پایانِ ماہی
پہاڑوں کے دل چیر ڈالیں، بپھرتے ہوئے قلزموں کی رگوں کو مروڑیں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

چلیں بے خطر موت کی وادیوں میں، فصیلوں کے سنگین کلیجے نچوڑیں

(ترکی، ہفت کشور، ص ۱۵، ۱۸، ۲۲)

جعفر طاہر نے اپنے کینٹو ''عراق'' میں سرزمین عراق اور اس پر وقوع پذیر ہونے والے تاریخ اسلام کے واقعات کو موضوع بنایا ہے۔ اس نظم کو انھوں نے منظوم ڈرامے کی شکل میں پیش کیا ہے۔ یہ نظم بھی کرداری نوعیت کی ہے اس نظم میں شاعر نے ایک راوی اور داستان گو کو روپ اپنایا ہے۔ جعفر طاہر نے ایک داستان گو کی طرح اپنے قاری کو سرزمین عراق کی نیرنگیوں سے متعارف کروایا ہے۔ مکالماتی انداز میں شاعر نے عراق کے خوبرو چھوکروں کی حلیہ نگاری کی ہے اور عراقی دیہاتی عورتوں کی شگفتہ مزاجی بیان کی ہے۔ اس نظم میں جعفر طاہر نے یزیدی لشکر کی شر انگیزی، اہلِ بیت کی بے بسی، حسینی لشکر کے جری جوانوں، اہلِ بیت کی خواتین کے مکالموں، حضرت زینب کی بلند ہمتی، حسنِ کلام، غم خواری و ہمدردی اور حضرت عباس کی شجاعت کا ذکر کیا ہے۔ جعفر طاہر کی کرداری نظموں کے بارے عارفہ شہزاد مزید رقم طراز ہیں:

> کینٹو ''عراق'' میں کردار نگاری میں تضاد کا عنصر بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یزیدی لشکر کے نمائندوں ابنِ زیاد اور شمر کے مکالموں سے ان کی شخصیت کی شر انگیزی نمایاں ہے تو حسینی لشکر کے جری جوانوں اور اہلِ بیت خواتین کے مکالموں سے ان کی مثبت شخصیت سامنے آتی ہے۔ کرداروں کی شخصیتوں کے اس باطنی تضاد کی عکاسی کے باعث تمام کردار ایک دوسرے کے مقابل نمایاں ہو کر اور ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی جعفر طاہر کے کینٹو ''عراق'' کو کردار نگاری کے متذکرہ بالا تمام محاسن کی بنا پر اہم اور قابلِ قدر کرداری نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔(۱۴)

جعفر طاہر کا مطالعہ ایک جداگانہ ریاضت کا متقاضی ہے، ان کے وضع کردہ کردار روایتی شاعری کے کرداروں کے مقابلے میں بے حد متنوع اور سیال ہیں۔ انھوں نے اپنے شعری مجموعہ ''ہفت کشور'' میں سات بڑی سلطنتوں کا ماضی عصر حاضر میں زندہ کرنے کے لیے ان کی مناسبت سے مذہبی و اسطوری، تہذیبی و ثقافتی اور سیاسی و سماجی سطح پر تعبیر و توضیح کی ہے۔ ان کی شاعری میں تاریخی واقعات اور کرداروں کا رجحان زیادہ ہے۔ ان کے پہلے کینٹو ''ترکی'' میں قسطنطینِ اعظم، سلطان فاتح، مولانا روم اور شمس تبریز کے تاریخی کردار ملتے ہیں۔ دوسرے کینٹو ''مصر'' میں فرعون اور آسیہ کے واقعات ہیں۔ چوتھے کینٹو ''عراق'' میں ابن زیادہ، حضرت مسلم، عمرو بن حجاج زبیری، سعید بن عبداللہ حنفی، عبداللہ بن بقطر، طرماح بن عدی، ہانی کے غلام زید، قیس بن مہر، شیث بن ربعی،

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حصین بن نمیر، مخفر بن ثعلبہ عائذی، عزیرہ بن قیس احمی، حضرت زینب، شمر، حضرت علی الحسین اور حضرام کلثوم کے کردار شامل ہیں۔ پانچویں کینٹو ''ایران'' میں شہنشاہ طہماسپ صفوری، یزدی کوہی، محتشم بیرم خان اور متوفی الملک کے کردار شامل ہیں۔ان سب کرداروں کو جعفر طاہر نے متعلقہ ملک کی تاریخ کی مناسبت سے پیش کیا ہے۔ یہ سارے کردار تمثیلی شکل میں آپس میں حرکات وسکنات اور مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں۔جعفر طاہر نے اپنی نظموں کو ڈراموں کی طرح مناظر اور ایکٹ میں تقسیم کیا ہے۔ان کے یہاں موقع ومحل کی مناسبت سے ہیئتوں اور اوازن کا خیال رکھا گیا ہے۔انھوں نے مختلف تکنیکی اور ہیئتی حربہ استعمال کیا ہے۔ ہیئتی اور فنی لحاظ سے ان کی نظمیں ماقبل کی نظموں سے انفراد رکھتی ہیں۔جعفر طاہر نے اپنی نظمیں ارتقائے خیال کی مناسبت سے تشکیل دی ہیں۔ ان کی نظموں میں افسانوی اور ڈرامائی انداز جدید ہیئتوں میں ملتا ہے۔ انھوں نے متنوع موضوعات اور ہیئتیں استعمال کر کے جدید اردو نظم کا دامن وسیع کیا ہے۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ''جدیدیت کے بعد''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۵۹
۲۔ ڈاکٹر محمد یٰسین آفاقی، ''جدید اردو نظم میں ہیئت کے تجربے''، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۹ء)، ص ۸
۳۔ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، ''مطالعۂ راشد'' (چند نئے زاویے)، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۷۹
۴۔ ڈاکٹر آفتاب احمد، ''ن م راشد: شاعر اور شخص''، (کراچی: مکتبہ دانیال، س۔ن)، ص ۲۴
۵۔ صدیق کلیم، ''فکرِ سخن''، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء)، ص ۷۸
۶۔ ڈاکٹر نائیلہ انجم، ''جدید اردو نظم میں تصور دعا''، (لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۱۸
۷۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''مجید امجد اور آزاد نظم''، مشمولہ، ''مجید امجد: ایک مطالعہ''، مرتب حکمت ادیب، (جھنگ: جھنگ اکیڈمی، ۱۹۹۴ء)، ص ۳۰۸
۸۔ انیس ناگی، ''مکالمات''، (لاہور: جمالیات، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۱۷
۹۔ ڈاکٹر ناہید قاسمی، ''جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری''، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ۴۹۰
۱۰۔ ڈاکٹر حنیف کیفی، ''اردو میں نظم معرا اور آزاد نظم''، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص ۵۵۰
۱۱۔ حمید نسیم، ''پانچ جدید شاعر''، (لاہور: دارالشعور، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۲۱
۱۲۔ ایضاً، ''فلیپ''، مشمولہ، ''نارسا''، (لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۶۶ء)
۱۳۔ عارفہ شہزاد، ''جدید اردو شاعری میں کرداری نظمیں''، (لاہور: الاشراق، پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص ۱۳۶
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۲۸

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مآخذ

۱۔ آفاقی، محمد یٰسین، ڈاکٹر، ''جدید اردو نظم میں ہیئت کے تجربے''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۹ء

۲۔ احمد، آفتاب، ڈاکٹر، ''ن م راشد: شاعر اور شخص''، کراچی: مکتبہ دانیال، س۔ن

۳۔ انجم، نائیلہ، ڈاکٹر، ''جدید اردو نظم میں تصور دعا''، لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۱۷ء

۴۔ زکریا، خواجہ محمد، ڈاکٹر، ''مجید امجد اور آزاد نظم''، مشمولہ ''مجید امجد: ایک مطالعہ''، مرتب حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ اکیڈمی، ۱۹۹۴ء

۵۔ شہزاد، عارفہ، ''جدید اردو شاعری میں کرداری نظمیں''، لاہور: الاشراق پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

۶۔ قاسمی، ناہید قاسمی، ڈاکٹر، ''جدید اردو شاعری میں فطرت نگاری''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۲ء

۷۔ کلیم، صدیق، ''فکرِ سخن''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء

۸۔ کیفی، حنیف، ڈاکٹر، ''اردو میں نظم معرا اور آزاد نظم''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء

۹۔ نارنگ، گوپی چند، ڈاکٹر، ''جدیدیت کے بعد''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

۱۰۔ ناگی، انیس، ''مکالمات''، لاہور: جمالیات، ۱۹۸۸ء

۱۱۔ نسیم، حمید، ''پانچ جدید شاعر''، لاہور: دارالشعور، ۲۰۱۵ء

۱۲۔ ایضاً، ''فلیپ'' مشمولہ ''نارسا''، لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۶۶ء

۱۳۔ نوری، محمد فخر الحق، ڈاکٹر، ''مطالعۂ راشد'' (چند نئے زاویے)، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء